

راشد احمد

Rashid Ahmed, M.A. LL. B.

(Retrd. Sessions Judge.) ADVOCATE,
HYDERABAD-DN.

دیوان مجلی

CHITTED

کلام فارسی حضرت قبا و کبیر مولوی سعید علی صاحب مجلی بلی (علیگ)

سابق سیشن جج سرکار عالی

Checked
1987



راشد احمد

بلی بلی (علیگ)

مطبوعہ سجاد پریس حیدرآباد دکن

۱۳۵۶ھ

عکس جوانی جناب مدوی



در کتاب زندگانی هم پر این وصل خنون
نظم تردیح و خط انخاب ادباده بود

دیوان محوی



بزرگ‌ترین تحفه ادبی که بعد از مراجعت از ایران بدکن بدستم آمد
نسخه دیوان محوی است که شاعر استاد فارسی آقای مولوی مسعود علی متخلص به محوی
صاحب دیوان بهمن بدیده دادند و در بزم شاد که محفل ادبی مخصوص بود روزها
جمعه در منزل بهاراجه کاشن پرشاد متخلص به شاد و سالها با آقای محوی مشاعر
داشتیم و در خزانه گوشتم همیشه از گوهرهای گراں بهای ابیات ایشان ریخته می‌شد
اکنون که مجموعه غزلها و بعضی از قصائد و قطعات ایشان یک جلد باطبع شد
از مطالعه آنها لذات مکرر میبرم :-

أَعِدْ ذِكْرِي نَعْمَانَ لَنَا إِنَّ ذِكْرَهُ
هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوُّعُ

زبان فارسی در او اواسط قرن چهارم هجری با فتوحات سبکتگین غزنوی

به هندوستان آمد و بعد از آن هر قدر فتوحات اسلامی در هند وسعت می یافت
 و مسلمانان هند را بیشتر استعمار میکردند عملیات ادبی و علمی فارسی وسیع تر میگردد
 و تا قرن دوازدهم هجری زبان علمی و دولتی تمام هندوستان بود و زبان بین المللی
 تمام هند هم همان بوده که اگر یک هندوی پنجاب با یک هندوی کن در جانی از هند
 بمکالمه می پرداخت واسطه تفهیم فارسی بوده از قرن سیزدهم مسلمانان تکلم اردو را
 بجای فارسی گرفتند و تا یک قرن دیگر تالیف در شرف فارسی در جریان بود و اکنون
 متروک است و در سه شعبه زبان فارسی که تکلم و نشر و نظم است تنها نظم باقی مانده و
 حق این است که امروز هم شعرا بسیار فارسی در هندوستان هستند به جهت اینکه
 اشعار فارسی هند در ایران شهرت نمی یابد این است که در عصر سلطنت قاجار در ایران
 یک شعر صفوی تغزیر یافته بلاغت را کم کرده به فصاحت بیشتر توجه شده و مضامین هم
 محدود به عشق و باوه گردیده است - میشود در العمل رایش گوی کرد چنانچه ما آن
 پیش از یک صفوی اتفاق افتاده بود و با باغفانی شیرازی در آخر قرن نهم محدود یک
 وسیع حقیقی شعر شد و یک مثنوی نظامی گنجوی را در غزل استعمال نمود و شعرای سه قرن
 صفوی ایران و تیموری هند همه پیروی از آن یک کردند سلطنت قاجار تمام آستان

نظایری و باطنی صفویه را از میان برداز آل جمله سبک شعر بود اما در هند و سیستان
 همان سبک صفوی در شعر فارسی و اردو تا کنون نو پیشه است. آقای محوی
 یک یا دو کار بلند پایه از فیضی و طالب و کلیم و عرفی و صاحب است

اللهم طول عمره و وفقه لكثرة الافادة

قطب

طبع کردی نامه ای از زاده های طبع خویش	آفرین محوی که گوهر را فراوان کرده ای
در زبان عزت اجداد بکشای زبان	سلمین آگ که از کار مسلمان کرده ای
گلستان فارسی پر مرده بود از باد سحر	گل فروشی و خزان میش از بهاران کرده ای
کنده شد تیغ زبان دشمنان بر فارسی	زین کتاب از بهر نطق خویش خفتان کرده ای
مرحبا ما را بیا و آورده ای عهد قدیم	آفرین خورشید را در ملک کیوان کرده ای
زاده دریای طبیعت جملگی رخسار است	فیض یابی از که این از بریاس کرده ای
فارسی افسرده تن بود است در ملک کن	نون صالح تور و ان در عرق شریان کرده ای
طبع تو جولان کند هر سو بهر حسنی رسد	شاعری را در کف خود گوی چو گال کرده ای

۴۴
در زبان سہروردی مدح سلطان العلوم
اشکارا گوشہ ای از راز بہہاں کردہ ای

شاہ عادل را ستودی پیرسد مرد زبان
ای ادیب نر زبان تفریق سران کردہ ای

ہمچو داعی جو گشتی در مدح شاہ از اس

شاہ کاری ہر زمان از خود نمایاں کردہ ای

محمد علی (داعی الاسلام)

مؤلف فرہنگ نظام و استاد سابق نظام کالج

حبیب گنج خلیع علی گڑھ
۹ مئی ۱۹۲۷ء

کرم و مخلص نواز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
فخالدیت ماہ

محمی محو رضا جان عفا کان ^{صفا} یا و آوردہ زہے ثمان فنا ان فنا
پاسل دیدہ اذہ وزہوا کھو لا کھیا۔ اس شخص پر نور ول مسرور ہوا
”نذر عقیدت“ فتدکر رہے پہدا نسخہ کتاب خاندہ سے نکال کر دیکھا۔
دیوان محوی تازہ بہار ہے۔ پہلے جو کھی رہی تھی وہ پوری ہوئی۔ کلام ٹرچا
دیکھا۔ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ پارلیمنٹ ہے معیار عالی پاکیزگی
کلام دور گزشتہ کے فصحا کی یاد دلاتی ہے۔ حال کے معیار سے
بلند ہے بلکہ تعجب انگیز ہے۔ اس دور میں یہ پاکیزگی و بلندی
ذوق حیرت افزا ہے۔

بڑی مسرت اس کی ہے کہ اس دور بہ مذاقی میں انھیں فارسی

کلام کے نور سے منور ہوئیں۔ اُسے وقت تو خوش کہ وقت میں خوش کہ وہی
”ہذا عقیدت“ کے مقدمے میں میں نے لکھا تھا، ابھی یہ چھپا رہا

باقی میں کیا عجب کہ کسی روز بھرک اٹھیں۔ دلوں کو گرا دیں۔

شکر ہے پر توقع ”دیوانِ محمدی“ کی اشاعت سے

پور کی ہوئی۔

مبارک و مقبول باد فقط

نیاز مند

حبیب الرحمن شرفانی (صدر پارٹی)

فہرست مضامین دیوان

اس زمانہ کے سیاسی ہیجان، معاشرتی کشمکش اور مادی رجحان میں اُمید کرنا کہ کسی شخص کو اتنی فرصت اور اتنا موقع مل سکیگا کہ وہ کسی دیوان اور خاص کر فارسی دیوان کو اول سے اخیر تک پڑھے۔ میرے خیال میں بیجا اور بالکل بیجا ہے اس لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیوان کے مضامین کی ایک مختصر فہرست دیدی جائے تاکہ جس شخص کو جس مضمون کے متعلق کچھ دیکھنا ہو وہ آسانی دیکھ سکے اور تلاش کی زحمت سے بچ جائے۔

حاصل

یوں تو ہر غزل کے ساز میں آپ یہ لے پائینگے مگر جن غزلوں میں یہ لے اونچے سروں میں سنائی دے گی وہ یہ ہیں۔

غزل نمبر (۳) صفحہ ۲

غزل نمبر (۱) صفحہ ۱

غزل نمبر (۱۶۰) صفحہ ۱۱۳

۱۵۱ " (۲۴۱) "

۱۶۶ " (۲۴۴) "

۱۶۶ " (۲۴۵) "

۱۶۶ " (۲۴۳) "

۱۸۲ " (۲۴۱) "

غزل نمبر (۳۷) صفحہ ۲۲

۲۳ " (۳۹) "

۳۰ " (۴۹) "

۶۰ " (۱۰۰) "

۶۱ " (۱۰۱) "

۶۲ " (۱۰۴) "

۶۵ " (۱۰۸) "

نعت

یہ مضمون جس قدر مشکل ہے اسی قدر لوگوں نے اسے آسان سمجھ لیا ہے

اور اس قدر افراط اور تفریط سے کام لیا ہے کہ بعض جگہ حضرت رسول اکرمؐ کی

نعت کی سرحد باری تعالیٰ کی حمد سے بھی بڑھ جاتی ہے اور بعض جگہ اس میں

اور ایک معمولی مشق کی تعریف اور توصیف میں کوئی حد فاصل باقی نہیں رہتی۔

(دیکھئے تقریباً ہر کتاب سراپائے رسول کریمؐ صفحہ ۹ ضمیمہ دیوان)۔

منقبت

فرد نمبر ۶۱ صفحہ ۳۸

غزل بہ ذکر شہادت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ (۱۹۹) " ۱۳۶

غزل بہ ذکر حضرت
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ " ۳۲ ضمیمہ دیوان

غزل بہ ذکر
دولت شاہ (۹۶) " ۵۶ دیوان

قصائد

حسبہ اعظم حضرت نواب میر عیسیٰ شاہ علیجان خدیوون خلد اللہ

جن کی سرپرستی اور حمایت میں فارسی زبان جو ہمارے بزرگوں کا ورثہ اور ہماری

حکومت کی یادگار ہے ہتوز دکن میں ایک حد تک زندہ اور باقی ہے۔

از صفحہ ۱ تا صفحہ ۸ ضمیمہ دیوان

صفحہ ۸

بنام جناب سر مہاراجہ کشن پرشاد مین السلطنت بیکینڈ ہاشمی
سابق مدار المہام و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی جن کی محبت و انفرالی
اور ہم فنی ان نظموں کی محرک کہی جاسکتی ہے :-

صفحات ۱۲، ۲۱، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۹، ۳۳ ضمیمہ دیوان

بنام جناب نواب سالار جنگ میر یوسف علیخان دام اقبالہ

صفحات ۲۲، ۲۰ ضمیمہ دیوان

مراثی

مرثیہ و ختم سر مہاراجہ کشن پرشاد
ضمیمہ دیوان صفحہ ۵۵

بیکینڈ ہاشمی

نوحه بیاد جمیل احمد فرزند بولف^۸ صفحه ۵۸ ضمیمه دیوان

مثنوی سر مبارکه کشتن پرشاد
" " ۶۳ " }
بیکند با شفا

نوحه بیاد میرزا اندر بیگ (نذیر جنگ) مرقوم " ۶۸ "

نوحه بیاد سر محمد تقیوب مرقوم " ۶۹ "

تَوَاحُشُ

از صفحه ۷۱ تا ۸۲ ضمیمه دیوان



دیباچہ

جب میں کوئی کلیات یا دیوان پڑھنے کے لئے اٹھاتا ہوں تو میری سب سے پہلے یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں اس کے مصنف کا نام اس کا زمانہ، اور اس کے حالات زندگی اگر تفصیلی طور سے نہیں تو کم از کم مجل طور سے معلوم کروں، کیونکہ میرے خیال میں کوئی شخص بغیر اس کے نہ شاعر کے اشعار سے پورا لطف اٹھا سکتا ہے اور نہ وہ ارشادات اور تلمیحات سمجھ سکتا اور نہ اس کی آرزوں یا سوں، خوش حالی اور بد حالیوں کی جہلیکیاں دیکھ سکتا ہے جن کا بلا ارادہ بھی اس کے اشعار میں جا بجا نظر آتا ایک فطری اور لازمی امر ہے۔ خوشحال اور آسودہ دل فاضلی اور پریشان اور فسرہ خاطر علی حزیں کے اشعار اس نظر سے بغور دیکھے تو یہ نکتہ بات سنی سمجھ میں آجائے گا۔ یہ خیال کر کے کہ تذکرہ بالا خواہش میرے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شخص ہی چاہتا ہو گا میں ان چند غزلوں کو شایع کرتے وقت اپنی نسبت

چند الفاظ لکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں اور اس کی معافی چاہتا ہوں ۔

اگر میرا وہ زائچہ جو مجھے اپنے خاندان کے پراتے کاغذات میں ایک مدت کے بعد ملتا ہے تو

میرا سال اور تاریخ پیدائش ۲۸ اکتوبر ۱۸۹۱ء ہے۔ میری پیدائش کا مقام دہلی ہے۔ جہاں میرا جد امجد

بولانا صاحب مرحوم بخش بخش اور میرے والد ماجد مولوی احمد علی صاحب مرحوم و مخدوم کے بعد دیگرے ایک

مدت تک محکمہ کوشری دہلی و سبھی ٹنٹنگ گورنر پنجاب کے ممتاز سر دفتر اور سر مشتمل رہے تھے اور جہاں

یہ دونوں بزرگوار تہایت ناموری اور نیک نامی سے زندگی بسر کر کے اسی سرزمین کے پویند ہو گئے۔ جد امجد

کا نام حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ کی درگاہ کے جنوبی دروازے کے سامنے واقع ہے اور والد ماجد

حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کی درگاہ کے اندر حضرت امیر خسرو کے فرزند مبارک کے سامنے

کے چوتھے پرائیویٹ نام کے مطابق آسودہ ہیں۔ والد مرحوم کے انتقال کے بعد بھی ہم لوگ ایک مدت تک

اپنے چچا مولوی علی احمد صاحب مرحوم و مخدوم کے ساتھ دہلی میں رہے۔ جب مولانا صاحب مرحوم بلساہار

ریاست دو جہاز ضلع رہتک تشریف لے گئے تو ہم لوگ اپنے وطن قصبہ فتحپور (بسواں) ضلع بارہ بنکی

لکساوہ چلے گئے۔ وہاں چند سال رہنے کے بعد جبکہ میری عمر سولہ سال کی تھی میں علیگڑھ کے مدرسہ العلوم

میں داخل کروایا گیا۔ اس ماہ درگاہ کی آغوش محبت میں تقریباً گیارہ بارہ سال پرورش پا کر گریجویٹ ہوا۔

اور وہیں سے ۱۸۹۰ء میں سرکار ولایتدار تصفیہ حیدرآباد دکن کی طلب پر حیدرآباد دکن آیا اور اس سرکار

کے مکھڑوں میں داخل ہو کر تقریباً نصف صدی تک مختلف جمیعتوں سے حق نمک ادا کرنا اور ملازمت

کی زندگی کے شعیب فراز بھیتا اور اس کی رہائش اور مصیبتیں اٹھاتا رہا۔ اب کہ ۱۹۲۷ء شروع ہو رہا ہے

ظلیفہ حسن خدمت (پیشن) پاتا ہوں اور شہر سے دور ایک گوشہ عافیت میں بیٹھ کر عمر کی آخر

نہیں طے کر رہا ہوں۔ خدا عاقبت بخیر کرے۔

یہ تو میری زندگی کا ایک سرسری خاکہ تھا جسے متذکرہ بالا عرض کے تحت اس مجموعہ غزلیات کے

ملاحظہ فرمانے والوں کی اطلاع کے لیے پیش کرنا میں نے ضروری تصور کیا تھا، اب مجھے اردو کے اس نئی

دور میں ان چند فارسی غزلوں کے پیش کرنے کی معذرت چاہنا باقی رہ جاتا ہے۔ یہ تو مسلم ہے کہ

اس مختصر گروہ کے سوائے جس نے بنی اُمیہ کی حکومت کے زمانہ میں محمد بن قاسم ایک نوجوان اور ذہنی

عرب کی قیادت میں سندھ فتح کیا اور جس کی زبان عربی تھی اور جتنے مسلمان شمالی پہاڑیوں کی دشواری

واوہاں طے کر کے غزنی غور اور فرغانہ سے فاتحانہ حیثیت سے ہندوستان آئے اور اس وسیع حکومت

کے بانی ہوئے وہ سب فارسی بولتے تھے جس قدر ان کی حکومت کا دائرہ وسیع اور مضبوط ہوتا گیا اسی قدر

ان کی زبان پختی اور شایع ہوتی گئی۔ غزنوی، خوری، غلاموں، خلیجوں، تغلقوں، لودھیوں اور

مصلحت کے عہد حکومت تک اس کو متواتر ترقی اور عروج ہوتا رہا، وہی سرکاری زبان بھی اور وہی

درباروں میں بولی جاتی تھی۔ اور وہی تالیف تصنیف دستاویزوں کی ترتیب اور باہمی خط و کتابت

میں عمل ہوتی تھی، وہی حصولِ لازمت کا ذریعہ اور جذب اور شاید سوسائٹی میں داخلہ کا پاسپورٹ

تھی شہنشاہِ عالمگیر اورنگ زیب کے انتقال کے بعد مسلمانوں کی حکومت کا زوال شروع ہو گیا،

اور اہل ایران کے مستند ادیبوں اور معتبر شعرا کی وہ آمد و رفت اور ان سے وہ میل جول باقی نہ رہا

جو پہلے پادشاہوں کے زمانہ میں تھا، اس عدم ارتباط سے فارسی زبان کا اصلی اور حقیقی رنگ بدلنے لگا۔

اور اس کتب کی بنیاد پر گئی جسے مازندرانی، ترکستانی، افغانستانی فارسی کی طرح ”ہندی فارسی“

کے نام سے بولوم کرتا شاید غلطیہ مشہور ہو۔ ”ہندی فارسی“ کیا ہے اور اس کے کیا خصوصیات ہیں؟

اس کی تشریح اور توضیح ایک طویل بحث چاہتی ہے جس کا یہہ موقع ہے اور نہ اس مختصر دیباچہ میں

اس کی گنجائش ہے۔ یہی ”ہندی فارسی“ ہندوستان میں ایک مدت دراز تک رائج رہی اور اسی

ہمارے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فارسی گو شعرا شعر کہتے رہے۔ آخر زمانہ میں میرزا غالب نے

اس کے خلاف آواز بلند کی مگر پوری طور سے اس کی اصلاح نہ کر سکے۔ یہاں سے مسلمانوں کی برائی

نام پادشاہت کا بھی خاتمہ ہو گیا، اور فارسی زبان جیسی کچھ بھی تھی بالکل بے سہارا ہو گئی۔ گورسات

آٹھ سو برس کی حکمرانی اور تسلط نے اہل ملک کے دل و دماغ پر جو گہرے نقش ڈال دئے تھے۔

ان کا وقتہ محو ہو جانا محال تھا، حکومت کی سرپرستی نہ باقی رہنے پر وہی علمی زبان تھی اور

علمی دنیا میں وہی لوگ سربراہ اور ممتاز سمجھے جاتے تھے جو اس زبان کے ماہر اور

ادیب ہوتے تھے۔ میرے قیام وہلی کے زمانہ میں اس زمرہ میں میرزا غالب، نواب

ضیاء الدین احمد خاں صاحب نیر، نواب علاء الدین خان صاحب علی رئیس لوہارو، مولوی

ضیاء الدین صاحب پریل قدیم وہلی کالج، مفتی محمد صدر الدین آزر وہ، مولانا فضل حق،

نواب مصطفیٰ خاں صاحب ترقی حافظ ویراں، نواب غلام غوث خاں بھیر و غیرہ کے نام

لئے جاتے تھے ان میں سے بعض حضرات کو میں نے دیکھا بھی تھا اگر اس وقت میری عمر ایسی

بیٹھی کہ ان کی صحبت سے کوئی استفادہ کیا جاسکتا۔ وطن آکر اپنے خاندان کے بزرگوں کو ایسی

زبان کا دلدادہ پایا۔ بول چال اردو تھی مگر تمام خط و کتابت فارسی میں ہوتی تھی، جو لوگ اس

زبان میں لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے ان کا شمار کم علم لوگوں میں ہوتا تھا۔ چھوٹوں پر تاکید

تھی کہ وہ بڑوں کو اسی زبان میں خطوط لکھیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں انگریزی ادب، فلسفہ

و منطق کے ساتھ میری دوسری زبان فارسی رہی اور خوش قسمتی سے مولوی محمد اسحاق اسرار پری اور

علامہ شبلی نے مشہور فارسی دال استاد نے جن کی توجہ فرمائی سے اس زبان کے ساتھ ایک
 گونہ لگاؤ پیدا ہو گیا۔ حیدرآباد آکر مولوی فضل رب عشی مولوی غلام قادر گرامی، ترک علی شاہ ترکی،
 مولوی حیدر اجمارا صفی، مولانا عبد الغنی نعمی، مولوی محمد حنیف زہری، نواب حیدر یار جنگ بلابلہائی
 اور شمسی سر جوین اور علامہ عماد علی نواب ضیا یار جنگ بہادر آقا محمد علی داعی الاسلام، مفتوں،
 طلعت یزدی سے صحیفین اور ملاقاتیں رہیں جو فارسی کے ممتاز شاعر تھے۔ اس قسم کی صحبتوں کے
 فیضان اور اساتذہ قدیم کے کلام کے مطالع اور تتبع کے سوائے کسی سے نہ اصلاح لینے کا اتفاق ہوا
 اور نہ مشورہ کرنے کا۔ انسان ماحول کا بندہ ہے۔ میں نے جو زمانہ پایا اور جس ماحول میں میرا نشوونما
 ہوا اس پر نظر کر کے میرا فارسی کی طرف رجحان اور اس ناقدری کے زمانہ بھی نظم کے لیے زیادہ تر
 اسی کو منتخب کرنا کچھ تعجب انگیز نہیں متصور ہو سکتا۔ حیدرآباد آنے سے قبل کا جو کلام تھا وہ سب
 ایک صندوق کے لکھنویں چوری جانے سے ضائع ہو گیا۔ حیدرآباد کی ملازمت کے زمانہ میں جب یہ
 منصبی اجازت دیتے اور کوئی خاص ضرورت مقتضی ہوتی تھی تو زیادہ تر فارسی ہی میں کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا
 تھا۔ اس کے محرک زیادہ تر علامت بنتا گانعالی متعالی نواب میر عثمان علی خاں دم اقبال
 خدیو کن کی توجہ فرمائی اور سردار اچھشن پرشاد ہیں اسلطنہ اشجہانی کی دل فرمائی ہوتی۔

جو قصائد اعلیٰ حضرت کی مدح میں مختلف تقاریب کے موقوفوں پر پیش کئے گئے وہ نذر عقیدت کے نام سے علیحدہ شایع ہو چکے ہیں جو غزلیں سر مہاراجہ ابجھانی کی فرمائش یا ان کے مشاعروں کے واسطے لکھی گئیں ان کا یہ مجموعہ ان حضرات کی خدمت میں پیش ہے جو اس زمانہ میں بھی ہیں نہ فارسی کے سمجھنے والے باقی رہے ہیں اور نہ داودینے والے اس کی اشاعت پر مصرتھے۔ اصرار کرنے والوں میں سب سے آگے میرے منجملے فرزند رشید احمد ایم اے۔ ایل ایل بی (علیگ) سلمہ تھے انھوں نے میری متفرق اور پر الگ نغموں کو جمع اور طبع کرانے کا اہتمام اور انتظام کیا۔ اس مجموعہ میں بعض ایسی نظمیں نہیں پاتا جن کا لکھنا اور ان کا بعض اخباروں میں شایع ہونا مجھے یاد ہے مگر ان کی تلاش اور دستیابی کے انتظام میں جو کچھ موجود ہے اس کو ملتوی نہیں رکھا جاسکتا اخیر میں اس قدر اور عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان کی روز بروز بڑھتی ہوئی حیثیت دیکھ کر میں نے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے اس کی کوشش کی ہے کہ میری نظموں کی زبان صاف اور مطالب سریع الفہم رہیں۔ معلوم نہیں ہیں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ اردو کا جو تھوڑا بہت سرمایہ ہے وہ ممکن ہے

کسی وقت جمع اور شایع ہو سکے۔ واللہ المستعان فقط

گزشتہ

مسودہ علی محمودی بی۔ اے (علیگ)
سابق سنسن جج حیدرآباد دکن ۱۹۲۷ء

دیوانِ مجوسی

مسعود علی مجوسی بی۔اے
۱۳۵۲ھ

اللہ

(۱)

اسے نام ملت تو زینت و دیوانہا
 در قلم وصف تو ماند خرد عالم
 راز تو دریں عالم نکشاد نبی آدم
 در عقل نمی گنجی، در ہنرم نمی آئی
 چوں رخس او اتاری، در عرصہ طناری
 تو فنی تو گرد اند آسں ہمہ مشکہا
 شادی صال تو بہ ہنرم نشو حاصل
 امروز چہ می پر ہی از وقت خوش عاشق

آرایش عخوانہا، پیرایش پایا ہنہا
 باکشتی بے سنگ و رورطہ طوفانہا
 بقراط و فلاطوں ہم اطنال دبتا ہنہا
 ششدر ہمہ دانایاں حیراں ہمہ ہنہا
 صد و لول اندازی در محکمت جاہنہا
 بے یاری تو ماند مشکل ہمہ آساہنہا
 در کعبہ کہ شد داخل بے قطع بیابانہا؟
 یار است باو ہمہ کار است بیابانہا

یاد است مرا نحوی یاس و گل حنی
 آل و سحت گلشنہا و آل تنگی و اماہنہا

اے آنکہ از بر گشتت گزشت با ما ہا
 شبہ باز عقل خیرہ سزا اونج تو نکشادہ پر
 اقبال شد او بار بار، او بار شد اقبال ہا
 مانند عفتائے نظر انگند پر با ہا ہا
 بر ہم زند قانون با، آئین استدلال ہا
 صبر و سکون در عاشقان است اور عواہا
 خیرم ز خاک کوی تو او از زلت تو اہا

یک عشق و صد بیچارگی یک عشق و صد آوارگی
 محوی باور عاشقی گزشتت با و سالہا

(۳)

شام و سحر و کانم ساقی ماہ تاب را
 ساحت گلشن دلم کردہ و نیم ادہ اند
 آنکہ بگردش آورد ساغر آفتاب را
 سبیل نیم تاب را، نگین نیم خواب را
 عقل بہ سالہا شد رشتہ پیچ و پیچ فکر
 باز رسیدن عقل بر سر من خبر گنبد
 عشق بہ لوطہ لب کند آں ہمہ پیچ و تاب را
 شوق لبک لنگار، عشق گراں کاب را

محوی مست تابدہ ز حمت مہشی عمل

باج طلب نمی کند شاہ و در خراب را

(۴)

صنمے شکرے رشتے لبسان تیرہ و تار ہا
 گل و لالہ چول نگر مہی، رخ او در نظرم بھی
 بہ نمود رخ ز کنارہ، بر بود دل زکت ار ہا
 بنیال میگزرم ہی ز بہار ہا بہ بہار ہا
 غم بچرا و چکنم کشد زویار ہا بدیار ہا
 دل و جان بعبودہ می پر پی صغار ہا ز کبار ہا
 گہے شوق او بجرم کشد گہے سوئے بہت صنم کشد
 ہمہ میر تم کہ تو اے پر پی بکلام رہنر فسو نگر ہی

یہ دم زہمتِ این چمن، سخنے گو نفسِ نرن
 کہ بد و چشم ہم زون بنجراں سید بہارا
 بنواز عاشقِ خستہ را، بکشاؤرِ دل بستہ را
 بفرقِ محوی تفتہ را گذار، ہین گزارا

(۵)

فروعِ ظلمتِ جانِ جہاں گرفتِ مرا	چہ جلوہ بوو کہ آتشِ سجاں گرفتِ مرا
بر دل ز بزم بہ اندازِ دلبری فسرود	عیانِ گزاشتِ سنگر، ہنہاں گرفتِ مرا
نہ داشت دانہ خالِ نہ دوامِ زلفِ مرا	بغیر دانہ و دوام چہ ساں گرفتِ مرا
نہ دستگاہِ ستیزم نہ جائیگا و گریز	سپاہِ عقبتہ و غم در میاں گرفتِ مرا
چو حالِ دل نہ توانست گفت بلبلِ زار	پیش شاہدِ گل تر جہاں گرفتِ مرا
نگاہِ کردنِ ز دیدہ ام بزم بدید	میاں چیدنِ گل باغبان گرفتِ مرا
تو معتقد کہ من این آستانِ غم خود	منم برآں کہ خود این آستانِ گرفتِ مرا

ز درویشِ ہر دستم سے محوی
 دہی کہ خواجہ بھمن ماں گرفتِ مرا

(۶)

بیادِ دوست چو غافلِ زمین کنند مرا	رہا ز بند ہزاراں محن کنند مرا
بساوہ لوجی من بسگریدہ بنجواہم	بیک دو داغ کہ دارم چمن کنند مرا
چہ آستیانِ بیاران آنجن ماند	بجائے خویش اگر آخسمن کنند مرا
بیک نسیمِ تیشم ز گوشِ لب یار	شگفتہ تر ز گل و یاسمن کنند مرا
چو بستہ ام تو پیمانِ بندگی ز ازل	ردا دار کہ پیمان شکن کنند مرا
نہید عشقم و در شرع ہم ردا باشد	بزیر خاک اگر بے کفن کنند مرا

قنادہ ام بدور پریشاں محوی
برایں امید کہ از خوشی کف کند مرا

(۷)

تو اگر نمی پسندی غم دوستدار خود را
بجای بر دلبس ما غم بیشتر خود را
ادبم نداد و نصحت کہ باین ساستی
بہ ہم بیائے ساقی سر پر خمار خود را
بفراق نیست صابر تو مے بیا کہ تو غم
بوصال آزمایم دل بقیرار خود را

ز خمار خود پرستی چو سرت بد رو آید
ز شراب عشق محوی لشکر خمار خود را

(۸)

دل بہ بتان دادہ ایم ماہم دیوانہ ہا
قسمت اہل دل است رو بہ تقدیر ظرف
عارض جانان شکست و نوب بازار گل
ما بسیر کوہ طور در طلب شعلہ
خستہ دلال میدہند دولت آسودگی
نیست بروئے جہاں دیدہ گوہر شناس
نکب جسم کردہ ایم وقف صنم خانہ ہا
ساقی ما میدہد بادہ بہ پیانہ ہا
ریشک بہار چمن کو شک و کاشانہ ہا
ز آتش رخسار یار گرم ہنہاں خانہ ہا
اہل طلب یافتند گنج بویرانہ ہا
پر صدف عالم است ورنہ ز دور وانہ ہا

محوی جادو بیان مہر نون افسوں نوال

یار نیاید بدام ترین مہر افسانہ ہا

(۹)

ساقی ز صہبائے غمت پیانہ باید مرا
در و محبت شد فزوں از چارہ عقل و فنوی
پیانہ کے سیرم کست نہ خندانہ باید مرا
بہر علاج از جنوا دیوانہ باید مرا

ہاں کند مرغِ نفس این دامنِ خاکِ نفس
ہم آبِ می دارم بوسِ ہم و آنہ باید مرا
از دوست گویند است تا چشم بندم از جہاں
مجوی چو خواب آلودگانف نہ باید مرا

(۱۰)

در حق گدایاں کر نمیست در اینجا
دل پر ز خیالِ رخ تابندہ یار است
صاف است رہ میسکہ ہر محبت
این معرکہ ہست مردانہ عشق است
در گنجِ رضاے تو ز مظلوم طالب
گویند عدم منزلِ در است راز است
ولدادہ آرام جہانیم غفلت
اے دوست پے ماتم تازہ چہ بولی

جام است بہر دستِ خمیست در اینجا
جا از پے شادی خمیست در اینجا
بے باک بیایچ و خمیست در اینجا
حاجت بہ نشانِ علم نیست در اینجا
ہنگامہ لا و نعمیست در اینجا
آں مرحلہ پیش از قدم نیست در اینجا
ہر چند کہ آرام دمیست در اینجا
نا کردہ بعاشق بستہ نیست در اینجا

مجوی بہ سخنانہ چو بیدل چہ زنی سر
”جز شوق برہنِ صنم نیست در اینجا“

(۱۱)

گرم است بزم ماتم ہر دم بہ سکین ما
شام و سحر تو اں کرد ہنگامہ ٹائے شیون
مارا جدار موسی است نظارہ گاہِ حنش
در جستجویے یک بت مدنگ می پرستم
از کونے دوست با ہر ذرہ نمود مند است

جز وہ و دل چہ آید بیرون زر وزن ما
گردل پسند یار است ہے ہائے شیون ما
بر جانبِ یسار است دادی امین ما
شاید باو بر درہ رسم برہن ما
گرد است سر مہ ما خاکست چندن ما

در راه عشق رہبر شوق است عقل زہ زن
 رنگ یا نشیند کمتر بد امن تر
 یک قطرہ خون بار ضائع محو و گیتی
 ہرگز پے محالے در تیرگی ز رفتے
 اسے برق شعلا افشاں خرمین ناچہ جھولی
 آغاز ہر جیاتے میگوید از سماتے
 رگشتہ بود عالم دنیا مست فضالت

شد رفتہ رفتہ غالب رہبر بہر بہرین ما
 واعظ نگر کہ پاکست زین باغ دامن ما
 بشگفت لالہ و گل از خاک بدفن ما
 رفتے اگر سگت در برائے روشن ما
 دیراست سوخت گردول اجزائے خرمین ما
 اسحق کہ افتراق است بچا نشستن ما
 تارہ نشد منور از شمع روشن ما

از حلقہ اسیراں نتوان گریخت محوی
 زلف راز یار است ز بجزیر گردن ما

(۱۲)

مرا کہ مست تو ام خواب کو شمار کجا
 ز چرخ سنبیل مشکین تو رسیدہ کدام؟
 ہر آنکہ صید نگاہ آہگشت در سیر او
 دیار شوق و محبت دیار محبوب است
 کشادہ اندوڑ رسیدہ صلاح عام است
 ہزار جلوہ عیال بود کس نہ کرو نظر
 بدور شیب جو اعتدال عہد شیب است
 دریں خرابہ گم گشتگان چہ می پرسی
 بزیر خاک نہاں گشت کس ز نسبت خبر

قرار در دل بیتاب بمقرر کجا
 بدور ز گس مست تو ہوشیار کجا؟
 خیال سیر کجا و سہر شکار کجا
 کجا ہمی روی اسے دل ازین پار کجا
 شراب ناب بچوشن است، میگسار کجا
 نگاہ شوق چہ شد، چشم اعتبار کجا
 خزاں رسید کتوں لطف نو بہار کجا
 کہ با جدار کجا رفت و تاجدار کجا
 کہ رفت محوی مسکین خاکسار کجا

۱۳۱) کار آسان است بر خود کرده مشکل چرا
 می زنی امان دل بر شمع این محفل چرا
 میکنی قصد شنادر بحر بے ساحل چرا
 می زنی بر خوشتن این تہمت باطل چرا
 ماند بے بال پر در قید آب و گل چرا
 پس حجاب نار و المے لیلی محفل چرا
 رخ نیابی چون خلیل اللہ ز ہر اقل چرا
 رخت خود بکش اوہ نایاب دریں منزل چرا
 میگزارد نقش خود در ویدہ بسمل چرا

انہما ہر ابتدا را، ہر کمالے راز وال
 عبرتے محوی نیگیری از سہ کال چرا

(۱۲)

سر خوشیم و سینہ را خم خانہ مید ایم ما
 نیست اندر سوختن فرقی میان جان و تن
 پارہ لعل بدخشانست ہر لغت جگر
 نشہ ناشہ گم گشتگان راہ نیست
 نیست یک کس از حصار حاجت نیابرو
 نیست در عالم نشانی از حیات جاودا
 ماہ عالم تاب را خواہد کہ گیرد دور کنار
 دل چو از خون پر شود پیمانہ مید ایم ما
 لب لیل جلال تغتہ را پروانہ مید ایم ما
 دانہ ہائے اشک را دروانہ مید ایم ما
 با ہمہ مستی رہ بخسانہ مید ایم ما
 پادشہ را با گد اہسم خانہ مید ایم ما
 داستان خضر را افسانہ مید ایم ما
 محوی ولد ازہ را دیوانہ مید ایم ما

تا دل چشیدہ ذائقہ ناچشیدہ را
صد آفریں بیصفت آن صورت آفریں
واکن گرہ زابروئے پُر خم کہ آوریم
زلف سید بر آن رخ زیبا پس کشی
اہل نظر چو لعل بخشاں شمرود اند
رندان مے پرست برابر نمی ہند
دست شکستہ مانع خیر کثیر نیست
حضرت کجا کہ گرم روان و یار دوست

مشتاق گشت دیدہ جمالِ ندیدہ را
کونا فریدہ چوں تو دگر آفریدہ را
در دام باز طائر زنگ پریدہ را
ماند بہ مرد تازہ بدولت رسیدہ را
خون جگر زویدہ حسرت چکیدہ را
با باوہ رسیدہ مے نارسیدہ را
بگر ثمرشانی تاک بریدہ را
از پاکشند نشتر خارِ علیدہ را

مجوی بفکر عیش کہ بیش از دور و زینت
بر ہم وزن سکونِ دل آسیدہ را

بہمہ تنگی دل جانے یار است اینجا
دروفا خانہ عشاق ز ایثار پرس
در رہ کعبہ اخلاص سبک بایفت
نفس آسودہ بر آرو قدم آہستہ بہ
از ہما نگیری حسن ست ز سزای عشق
نیت شیدا گل وئے تو ہماجوی

از گل رخ دروں طرف بہار است اینجا
دل پے فدایہ و جان بہر شمار است اینجا
ہم خودی راز سر انداز کہ بار است اینجا
چوں بہر گام قدم بر رخسار است اینجا
کہ شہ تاج ستاں با جگوار است اینجا
بلبل نغمہ سرائے تو ہزار است اینجا

ز شاوی ز غمسم بہرہ بشر را
بستند بیک رشتہ شبہ او گہر را

بردار ز رخ پرده و بنا سے کھدرا
 زیبائی حُسن تو بخل کرو کھدرا
 زان پیش کہ در سنگ نہاوند شررا
 دادند چو با خشکی لب دیدہ تررا
 جانیت بر این رویے نکسین نقشیں و گرا
 لیکن چه کنم آں نیکے شعبدہ گرا
 گر خصیت نظارہ نہ دادند نظررا
 با عشق طرف گشت زندہست خطررا
 از معرکہ بگریخت بانداخت سپررا
 تویح سرا فرادی و طغرائے ظفررا
 رہ نیست پہنچانہ ماشورش و شررا
 بر سنگ بدوست زن این کاسہ سررا
 بستیم بر پیرانہ سری چست کمررا
 آلودہ باں زہر مکن تنگ شکررا
 اے شاہ گل طبل تفسیدہ جگررا
 بشکت اگر طالع بد قدر نہررا
 بندند بیازوئے دُعا نقش اثررا
 چوں او گئے نیک دل نیک میرا

در ہر شب غم و کمال تیرہ و تار است
 رخشائی روئے تو سبق بردہ ز خورشید
 سوزاں بدل سوختگال آتش عشق است
 الحق بچکر سوختگال عدل نمودند
 بروئے نچین دل نقش نگار است
 گیرم کہ کنم رام خود آں نسل فصول ساز
 دادند عشاق نظر و اسے چہ دادند
 حیران تنگ طرفی و نادانی عقلم
 از تہاد و از عشق قوی پنجہ ہر بیت
 آخر بہ فتونات شبہ عشق نوشتند
 مارند زباں بستہ سخن بہ عشتم
 تا کاسہ نماندہ دراں باوہ غفلت
 شاید بدیش غم جو اتانہ رساند
 ای لعل مشکرا سخن تلخ زریب
 خواہم کہ باں حال پریشاں نگراری
 صد شکر کہ سرمایہ حیرت سلامت
 ہر گاہ سراز جیب ارادت بدر آرد
 محوی سخن شاہ دعا کن کہ نیابی

(۱۰)

یعنی از یک سو با چشم و فاداریم ما

در دل از سادہ دلی یک عاواریم ما

آنکہ یک عالم بی تیغ بے نیازی کشتہ آ
 باہمہ نا آشنائیہا از او تو ال برید
 میشود ہروردہ غم سرمایہ عیش و نشاط
 میشود چارہ گر ہر رنج نفس مطمئن
 کے شود طے بحر عشق و کے بدست آید گہر

تا توئی اے ہمت مروانہ مارا رہنموں
 عمر با چشم بہی اہل جہاں پیدا شتم
 از عیار ما چہ می پرسی کہ نقد نطق را
 زندگی در آمد و رفت نفس افتادہ است
 از فنا ہائے سلسل جو ہر مارا چہ پاک
 سازول داریم پر از نغمہ آہ و فغان
 بر نزا و صوفیان با صفا فخر است و ناز
 بر نمی خیزد نفس بدرہ و رسم سوال

بر ہماں ناز آفریں جاں بستلداریم ما
 ہچو او نا آشنا دیگر کجا داریم ما
 زانکہ در پہلو دل درد آشنا داریم ما
 از پے ہروردہ این طرفہ دو داریم ما
 خویش را اگر این چنینی بے دست پا داریم ما

دولت پایندہ و نخبست ما داریم ما
 ہر چہ میداریم کنوں از خدا داریم ما
 ہم برائے و شمنال صرف خدا داریم ما
 شمع گوئی و رگزر گاہ ہوا داریم ما
 چوں پس ہر یک فنا و در بقا داریم ما
 از ادب این ساز لیکن بے صدا داریم ما
 در بر خود گرچہ صوف بے صدا داریم ما
 تا درون خانہ تن این گدا داریم ما

بلبلان گلشنِ اخلصِ محوی بصدق

در دوعائے شاد با خود ہمہنوا داریم ما

ب

(۱۹)

بیا جشن ہمایونست از فضل خدا ^{مشب} ۱۱
 زمیں در حالت جد و طربستانہ می جنبد
 کہ افشانند ہست اما ان لطافت بر سر عالم؟
 ز سرا کردہ می آیند از ہر سو ہوا خواں
 ز فیض عام و بخششہائے بے اندازہ شہای
 رہ عشاق را یک پر وہ بالا تر زن مطرا
 کہ گزشت دل آویزی ارض و سما ^{مشب} ۱۱
 بے عیش و طرب عام است از گردوں صلا ^{مشب} ۱۱
 کہ میخیزد نشاما انگیز ہر موج ہوا ^{مشب} ۱۱
 نمی دانند این لدا دکھاں سر را ز پا ^{مشب} ۱۱
 بصد برگ نو اگر دید مرد بے نوا ^{مشب} ۱۱
 کہ میر قصد شراب عیش و در پیمانہا ^{مشب} ۱۱
 بگو شوم میرسد آواز تجسین سخن سخجاں
 غزلخوانست شاید محوی شیوا نوا ^{مشب} ۱۱

سے ایک جشن سانگرہ کے موقع پر پیشگاہِ اعلیٰ حضرت سے سات سہرے طرح ہوئی تھی اور ارشاد
 یہ تھا کہ کوئی نظم سات شعر کے زیادہ نہ ہو۔ یہاں نے تقریباً ساتوں طرح فرمودہ سہرےوں پر نظمیں لکھی
 تھیں۔ بعض سو جو ہیں۔ بعض نیاں ہو گئیں۔ یہ سب نظمیں ہیں سے ایک نظم ہے۔

ت

(۲۰)

چشمِ مست تو بیخاںہ چہ غوغا انداخت
میکشاں ابا نگاہے تہ وبالہ انداخت
نابِ سُخ ہوشِ خرد از سرِ موسیٰ بر بود
لعل لبِ رخنہ در اعجازِ مسیحا انداخت
ذوقِ شیرینی لعل لبِ ساقی افزود
محتسب ہرچہ نمک و زخمِ صہبا انداخت
حسنِ شمعِ برخِ یوسف کنعاں افزود
عشقِ شورے بدل جانِ زلیخا انداخت

از چہ دانت امام ز اہل تافرد است
یار چوں وعدہ امروز لیبِ انداخت

(۲۱)

گفتم بیای جانِ جاں با تو غمخوارِ منت
گفتم برو تنہا نہ تو عالم گرفتارِ منت
گفتم جہانِ بجزاں بخشہ حیاتِ جاواں
گفتم کہ کے بارغِ جہاں خوشتر ز دیدارِ منت
گفتم کہ منصور است لبسِ سرا باز حق گوئی کہ
گفتم چو اولیٰ بسیار کس سراوہ ایدارِ منت

سے شاہ تہور حسین خاں مرحوم بہمنور ریاست پٹوہ مشعل بارہ شکی کے رہنے والے اور وہاں کے راجہ صاحب کے قریب کے رشتہ دار اور اہل مغزہ خاندان کے رکن تھے۔ جوانی ہی میں ترک تعلقات کر کے کسی بزرگ کے مرید بن گئے تھے۔ تمام ہندوستان اور برما کے بعض حصوں کا سفر کر کے جید آباد گئے اور کئی سال یہاں رہے۔ قرابت اور محبت کی وجہ سے میرے یہاں اکثر شریف لائے اور مدتوں قیام کرتے تھے۔ بہار کا شوق تھا۔ یہ قول انہی فرمائش سے لکھی گئی تھی۔

گفتم کہے یاد مکنی گفتم کہے خبر رسم کنی
 گفتم مدہ درد گراں گفتم آن نمی آرد زیا
 گفتم بگو تا کے دوں اینجاروم اینجاروم
 گفتم ز من چون رم کنی گفتم آنکہ رفت ار منست
 گفتم نظر بر دوستان گفتم نہ این کار منست
 گفتم برود برود حرم ہر جا سزاوار منست

گفتم کہ محوی را چرا کردی ز بند غم را
 گفتم این غلام بے نوا کنوں کجاست

(۲۲)

طاقت ضعیف، بافغاں برخاست
 دل با سوخت درد پہنسانی
 فصل گل نارسیدہ بود هنوز
 حالت در گزشت از من و تو
 شمع در بزم می بہ رخ بچکاں
 زنگ نالیہ کارواں برخاست
 نہ از آن شعلہ نے دجاں برخاست
 کہ بہ تاراج آں خزاں برخاست
 فرق ماہین این آں برخاست
 پیر غنشت و نوجواں برخاست

کس نہ پرسید حال دل محوی
 مگر این رسم از جہاں برخاست

(۲۳)

از دو چشمیت کہ بہرن افتاد است
 از کہ پر کم ز جلوہ موسیٰ نرسد
 از فروغ رخ حسیق آلود
 در بیابان عشق خانہ خراب
 در رہ عشق چاہ کنند خرد
 خلق و شور و شیون افتاد است
 بخود مست چون من افتاد است
 آتش تر بگلشن افتاد است
 مرغ عقل از نشیمن افتاد است
 اندر آن خود بگردن افتاد است

گفتد غمزه باگد و بد عشوه
 بے تر دوری بنسرتل خوش
 کار با چشم پر فن افتاد است
 رہ ز مسکن بہد فن افتاد است
 یوسفم پاک و امن افتاد است
 سیکشم بار زندگی محوی
 چکتم چون بگردن افتاد است

(۲۲)

چشم او باز بر من افتاد است
 ز آفتاب رخس و مید سحر
 بازم آتش نجس بر من افتاد است
 مشرق سینہ روشن افتاد است
 خیل آوارگان دنیا را
 یار جز دلبری نمی داند
 خواستم وصف کر بخش صد بار
 چوں بنگہ سیکتم ز دست دل است
 شکوہ از جور دشمنان چه کنم
 از دو چشمش کہ قاتل و جهانست
 نقد آسودگی و مایہ صبر
 سونے ہر عرصہ کہ تی بگرم
 یکطرف سرنگوں درفش کیاں
 اندری ہفت خوان مردانگن
 رہ چه پرسی کہ یکہ است اینجا
 از تب و تاب عارضش محوی

ہر بلائے کہ بر من افتاد است
 خود مراد دست دشمن افتاد است
 چار سوشور و شیون افتاد است
 درنگ و دوزد امن افتاد است
 شہسوار می ز تو سن افتاد است
 یکطرف تاج بہمن افتاد است
 جا بجا صد تہمتن افتاد است
 کمان ز مسکن بہد فن افتاد است
 دیدہ امن زویدن افتاد است

کد ام حُسن که از روی یار پیدا نیست
 کد ام خانہ که روشن نشد ز تاب خورش
 کد ام چشم که در بحر جوئے خوں نختاد
 کد ام قطره که بایل نشد بجانب سبیل
 کد ام وصل که بے رنج انتظار و ہند
 کد ام راہ کہ رفتند و سوئے دست برد
 کد ام سنگ کہ نا آشناست از سرما
 کد ام رتبہ کہ جز پیر خانقاہ نیافت

کد ام شعر کہ محوی بگفت و شہرہ نشد
 کد ام نالہ کہ عاشق کشید و رسوائیت

ما مرد ہمتیم فلک را ہوار ماست
 ما عرضہ دو عالم امکان گرفتہ ایم
 شد ذات ما محیط جہاں زانکہ یار ما
 آن دستخان کی می شنوی از بہار خلد
 تا زندہ ایم معرکہ زندگیت گرم
 بی ما بپا کنند نہ ہنگا بجائے حشر
 عالم تمام معرکہ کارزار ماست
 ہر شے کہ بنگری ہمہ درگیر و امانت
 بگرفتہ در کنار جہاں در کنار ماست
 آن نیز یک کرشمہ باغ و بہا ماست
 بجز نختن ز مسرکہ و ہر عار ماست
 ایں فتنہ نیز مژدہ و اہتیار ماست

استاد و است قافلہ رفتگان بر اہ
 محوی کن درنگ کہ در انتظار ماست

بلبل چه سرائید بگل خار چه سنگفت
 انکس کہ بہ موسیٰ رہ انکار بیسود
 ویروز ز ندیدی مگر از زانی بازار
 در گوش عزیزان من آہستہ میسحا
 مار اسیر آن نیست بگو یار چه سنگفت
 در حق من طالب دیدار چه سنگفت
 دل نیم نظر خواست خریدار چه سنگفت
 تا ویر ز در و من بیمار چه سنگفت
 ایدل تو این نفس ستمکار چه سنگفت
 صوتی صفت جبہ و دستار چه سنگفت

محوی نہ اگر باز بشورید و غزل گفت
 قوال باواز دلف و تار چه سنگفت

بہ ہجر ساز اگر وصل یار ممکن نیست
 پس از نظارہ رخسار گل شکیب کجاست
 ثبات آری دستاے دل حاصل طلب
 بہ منصبے کہ تولیٰ وعدہ دادن آسانست
 بعشق چارہ ازین گیر و دار ممکن نیست
 جنوں زدہ نشوم در بہار ممکن نیست
 ثبات گرچہ دریں رنگزار ممکن نیست
 بحالتے کہ منم اعتسبار ممکن نیست
 کشاد میکدہ چوں بار بار ممکن نیست
 کہ بہ از این بجاہاں یادگار ممکن نیست
 قرار پیش چنین شہسوار ممکن نیست

سترون از دل محوی طراز مہر و ف
 بغیر کشتن او اسے نگار ممکن نیست

دور زمین است کرو فراسماں گنشت
 مجنوں دو حکام مشین و از مہربان گنشت
 بروست این ہائے سبک ہم گراں گنشت
 چوں عمر من تمام بریں آستان گنشت
 فصل بہار آمد و عہد خزان گنشت
 شاید نسیم صبح زکوئے سغاں گنشت
 باتو شب فراق چہ گویم چہاں گنشت
 مردانہ زان بچہ نفس مئی ان گنشت

آدم طفیل عشق زکر و بیان گنشت
 در راہ عشق ماہمہ بودیم ہمسفر
 مینخواستیم یک نظر تو سے پہلے دل
 ہنگام ناتوانی و پیری مراں زور
 نشکفت غنچہ دل ماگر چہ بار بار
 ستانہ میرسد بدل صفاق جان پاک
 لذت شناسی مردوںے زیادہ آبرو
 میدان زندگیست پرا زخار بائسے

آزادہ زلیت محوئی ما اندریں سرائے

چوں مہماں را آمد چوں مہماں گنشت

تا دم بستہ آن زلف شکن و شکن است
 من نو آموز و دریں شیوہ حلقم کہن است
 اندریں باغ گل لالہ چمن زمین است
 راز سر بستہ کس قصہ ہر انجمن است
 ہر روایت ز جہانگیر می حسش حسن است
 سجدہ شیخ و نہ این تیکدہ برہمن است
 واسطے بر تو چو ترا حسرت گور و کفن است

پیچ و تاب است بہ ہر لحظہ سخن بر سخن است
 کار با عشق ندانم کہ کجاست انجمن است
 از شہیدان رو دست چہ پرسی ہمدم
 می برہ باد بیباک گہمت جعدش ہر شو
 ہر حکایت زول آویزی خوش و بچپ
 کوسے یاد است دہ انجیا باوب پائے بنہ
 مشتبہ خاکے زور و دست ترا باید و بس

ساہارفت کہ گزشتہ بچو ششم محوی

چہ روم بہر سفر چوں سفرم در وطن است

(۳۱)

پایہ عالم لبند از قد بالائے دست	رونق بزم جہانست طلعت زیبائے دست
کرد قیامت بیاقامت سخائے دست	گرمی بازار حسن سوخت دل عاشقان
طوق بگردن نہاد زلف چلیپائے دست	سجدہ در بر جبین دارغ غلامی کشید
آفت پنہاں کدام جز رخ سپدائے دست	نقنہ بیدار چیت جزہ ننگہ مست یار
زانکہ نداند خرد مسک و نشانے دست	حکم خرد تار و است در حرم دوستی
نہ صدق چرخ را گوہر کجائے دست	قول مجال خلار است کہ پر کردہ دست
توبہ بھوانے جہاں با بہ تمنائے دست	عیب مکن ناصحائے مسک ہر کس حدایت
سوختہ جانے شعیب نعرہ بزودائے دست	مرغ چمن میکشید زمرنہ "وائے گل"

محوی بیچارہ را کے بجز ار وعدو

گرنہ اعانت کند دست تو انائے دست

(۳۲)

زانکہ فروغ رخت پر تو نور خداست	سجدہ بنا م خدا پیش تو اے بت روست
بروئے خمدار تو سجدہ کہ ما چراست	نیست اگر عارضت قبلہ اہل نظر
سئل رواں بخش تو عیسیٰ بجز نماست	ز گسفتاں تو جاوئے عالم فریب
یک ننگ لطف توبہ زہم کہمیاست	در نظر عاشقان خاک بودیم و زر
اسے نہ اثر بخیر و رد تو دوران است	تو پئے آزار دل درو بمانی سہی
کار محبت از آل پاک زچون چراست	شوق بخوید دلیل عشق ندارد دُخرد

یار باین یاریت خمیبر از حال دل دوست باین دوستی از ہمہ ما اشناست
 دوست نگیرد بے هیچ این ہمہ خصیص غرور عابد طاعت فروش غافل ازین ماجرات
 حومی آشفته سر جز تو نخواهد ز تو
 گر چه ورا احتیاج بجد و بے انتہاست

(۲۳)

مردوغ تمنع مجازم حقیقتسم نیست
 پس از مراحل دور دور از پوست و بلند
 گر اعتبار نداری بوعد ہائے وصال
 سخن کہ نیست بدل بزبان نمی آدم
 پر است ساز جہاں از نوائے گوناگون
 نہ بار و حادثہ میرم، طبیعتسم نیست
 رسم چو قطره بدریا، عزیزم نیست
 تو ترک عشق کن ای دل، نصیحتسم نیست
 شاعر سیکہ دارم، شریعتسم است
 نواشناس نگشتم، مصیبتسم نیست

رموز خلقت آدم بیاں کنم حومی
 ز خود نگشتم ام آگہ، بصیرتم نیست

(۲۴)

یار ماہر دم بر شانے دیگر است
 چشم میگوید حدیث اشتیاق
 داو جانے ار مغال پرینھاں
 نیست خال و خط نشان امتیاز
 ہر زماں مارا گمانے دیگر است
 ایں سخن گور از بانے دیگر است
 آرزوئے ار مغالے دیگر است
 شاہد مارا نشانے دیگر است

نالہ حومی میزند لیکن چو نے

نالہ ادراد ہانے دیگر است

(۳۵)

”ایں رازِ خلیل است بہ آوز نتواں گفت“

دل برد بیک عشوہ و دلبر نتواں گفت
صد بار جفا کرد و جفا جو نتواں خواند
ہنگامہ ہفتاد و دو دولت ز کجاست
ماست شراب از نگہ چشم سیاہیم
ایں کج ردال لذت دیدار چہ دانند
آسوہ دلال حسرت عشاق نہ فہمند
با جلوہ تو جلوہ ما و رچہ شمار است
از ہر چہ کہ دیدیم تو بالا و سنوئی
خاموش کہ ایں بزرگہ ناز و نیاز است
ایں شیوہ مبارک بحر فیان کسے را
ایں آل غزل حضرت شاد است کہ فرمود

صد حشر سیا کردہ و محش نتواں گفت
صد گونہ ستم کرد و ستمگر نتواں گفت
گیرم کہ ترا عریبہ پرور نتواں گفت
با ما سخن از باوہ احر نتواں گفت
کیف شب ہتاب بشیر نتواں گفت
در و دل مفلس بہ تو انگر نتواں گفت
انجا کہ توئی حرف زد دیگر نتواں گفت
نادیدہ ازین صفت تو بہتر نتواں گفت
اینجا سخن از سجد و نیر نتواں گفت
در مذہب ما منکر و کافر نتواں گفت
”رازیکہ زیار است بدیگر نتواں گفت“

در حیرتم از شرب آزادہ محوی
سالک نتواں خواند و قلند نتواں گفت

(۳۶)

تے سیر مال و نہ حُب جاہ است
از دل بندہ خدا آگاہ است

سلسلہ سربہاراج کشن پر شاد انجہانی نے اپنی اور سربہاراج سال ترمیم کے دو غزلیں مجھے بھیجی تھیں۔ لکھا کہ میں بھی سربہاراج
لکھوں ان کے ارشاد پر یہ غزل لکھی گئی تھی۔

ماز دلدار نسا لیم کہ او
 ہر چہ کردہ ست ہمہ نخواہ است
 رہبر کعبہ چہ حاجت مارا
 صاحب خانہ بنا ہمراہ است
 منحصر نیست بکعبہ و کعبت
 تا در دوست ہزاران است
 گر گل و لالہ فراوانست چہ سود
 دست و ہم دامن کوتاہ است
 فقر و اللہ دیار عجب است
 ہم گدا پیشہ آنجا شاہ است

خدمت گوش نشیناں محوی

شیوہ دولت آصف جاہ است

(۲۶)

خاک از دم جاں بخش تو سرایہ جاں یافت
 ہر ذرہ باین شد پر و از جہاں یافت
 آنکس کہ ترا دید نہ بر روی دگر دید
 آنکس کہ ترا یافت نہ یارے بیایں یافت
 ہر فرد خدو خال کہ گشت نہ عالم
 در دفتر دیوان جمال تو ایں یافت
 ہر پیر کہ در جنت عشق تو قدم زد
 خود را بہ تمنای لقائے تو جو ایں یافت
 تا عاشق بیچارہ نیامد بہ پناہت
 از غم نہ رہا گشت نہ از محضہ ایں یافت
 گویند کہ بے نام و نشان را نتوان حست
 چون حبت ترا عقل نہ نام کہ چہاں یافت
 بار است پے مرد بمقتدار تحمل
 ہر رتبہ کہ ایں یافت با اندازہ آن یافت

ایں دیدہ خونناہ نشاں ویں نفس گرم

محوی ہمہ از ہمت خانی جگواں یافت

(۲۷)

چشم من از دور بر آن حسیں افتادہ است
 دیدہ ام در سن مینی دور میں افتادہ است
 پاز ہر آرزو مرد از حی باید کشید
 زانکہ ایں صد بار بر فرق کھراں افتادہ است

حاشیہ جزر و سیاحت گیت شہرت پسند
 حاصلش جزر و سیاحت گیت شہرت پسند
 آدم جنت نشین شد ساکن در خراب
 آسمانے ہیں کہ بروئے زین افتادہ است
 دستاں عالم و جم کر مختصر خواہی ہمیت
 مجرم گم است از بزم و بے مے ساکن افتادہ است
 قصر لقصیر است جولانگاہ رو باہ و شغال
 خاتم دست سیلماں بے نگین افتادہ است

اللہ اللہ ایں چه ستوریت در بزم شراب
 ست و بخود محوی غزلت نشین افتادہ است

(۲۹)

بچشم خیر بہ ہر سو کہ شگری خیر است
 جمال کعبہ نمایاں پر وہ ڈیر است
 مرد مزد کہ تھی کردہ ایم دل از غیر
 بیابیا کہ نہ ایں خانہ خانہ غیر است
 جہاں بجز تو پر کار و اریگر و
 تو ساکنی و ہمہ کائنات در سیر است
 بدر و بلبل اگر گل نمیرد چه عجب
 کہ گوش گل نہ شناسا منطق الطیر است
 پیش اہل محبت جو دغیر کجا است
 تو راز و دست بجز بزم خالی از غیر است
 گزشت عمر خیالش گزر سر بجز گشت
 کہ گفتہ است کہ ایں کاراں سبک است؟

خدا غفور و در توبہ باز، خواجہ کریم
 مباحش غمزدہ محوی کہ غایت خیر است

(۳۰)

یار سب حریم کعبہ دل جلوہ گاہ کسیت
 نزدیک تر از شہرگ جہاں شاہراہ کسیت؟
 ولہائے اہل تہ و بیک تا ختم ربود
 ایں نازنیں سوار ز خیل سپاہ کسیت
 زاہد بجز بیکش دل، برہن بدہر
 پیدانش کہ او صہنم خانقاہ کسیت

دشت و جبل بلرزہ ز برق نگاہ کیمیت
دامن زمین کشیدہ گزشتن گناہ کیمیت

ہوش و خرد رسیدہ و جان و جگر کتاب
گیرم بد امن تو زدن مست جرم من

محموی شب فراق پیاپاں نمی رسد
این شب سواد اعظم زلف سیاہ کیمیت

(۲۱)

باز پیغام و قازاں بیوف آوردہ است
بادہ کیف چشمستش از کجا آوردہ است
گرچہ حرف آشنا نا آشنا آوردہ است
ز آنکہ ہر یک ناز اندازہ جدا آوردہ است
ور ہوائے جستجویت زیر پا آوردہ است
در بغل آئینہ گیتی من آوردہ است
این قمار انگتہ ال بہر لقا آوردہ است
جان بے پروا و دل بے مدعا آوردہ است
کشتی خود را کہ بر ساحل خدا آوردہ است
رازقے کو رزق بہر آسیا آوردہ است
بر گل رخسار تو آب حیا آوردہ است
بر امید سو خوش رو آوردہ است

از شباب گل خیر باد صبا آوردہ است
گرنہ بر خمخانہ چشمست ساقی او قناد
ہست حرف آشنا مقصود و گوش و ستا
نازہ ہائے حسن اندازہ کردن مشکل است
کشور ز منزل افلاک اپیک خیال
چہرہ تاباں چہ می پوشی صاحب دل کو
در قناعے ذات مضمحلکہ طول بقاست
در طریق بے نیازی عاشق خجئے تو نیز
از کمال جبل می بندی بعلم نا خدا
چوں نیار و بہر تو رزق مقدر را بہم
دیدہ را بستیم چوں دیدیم چشم شوخ ما
از کمال ساوکی محوی بہ بازار جزا

وراں زمانہ کہ عالم مجھے دیکر داشت
 نہاشت سحر نگاہ و نہ جاوے کاکل
 نداد وعدہ تسلی بعاشر مصلحت
 گرفت دستِ ارادت کہے نہ دامنِ غیر
 نہ ہے نصیب کہ آں مینوا نواز مرا
 بہا میرس کہ ہنگام سرفروشی ما
 شمار ناز و ادائے تو نہ آساں بود
 مدار زندگی ما ہوائے دید تو بود
 وفائے عہد ز کہ بانوے مجھے کہ دیکھا
 دگر بدل غم دیرینہ آمد و نشست

نبود عرض تمنّا فراخور تعزیر
 مگر کہ محوئی مسکین خطائے دیکر داشت

صد شور قیامت دل یوانہ بیاد داشت
 مشتاق لقا چشم خود از خواب گراں بست
 مشتاق جمالت ز جفا کار می گزیدوں
 افروخت رخ حسن گنجل و لالہ بر آورد
 با آنکہ بدل دست جھائے نہ روا داشت
 ز ال لجد کہ عمرے بہ تمنائے تو روا داشت
 میرفت ز کوئی تو مکرر و بعضا داشت
 ز ال آب کہ گیشی ز جبین ما داشت

از قصہ سجاں آدم از رشک بروم گفتند چو بامن کہ فلان بندہ خدا دشت
 محوی نہ ہانت کہ در بزرگہ دوست
 می آمد و بر لب سخن ہر دو فاد دشت

(۲۴)

آن برق و ش کو بی بصف عاشقان گزشت
 دل گرچہ رفت بصورت دل یادگار ماند
 آمد بہار و لالہ و گل چار سو شگفت
 پیدا نشان غم بر رخ زندگی گزشت
 دادند نوش و آروئے خوابے کہ بعد از
 جسم کثیف ماندار و ان گشت جان پاک
 بجز ہشتاد اہل جہاں رسم باز دید
 از تاب خیرہ کرد نظر و زمیاں گزشت
 بجز اشت نقشہ ہائے قدم کار و ان گزشت
 اکنون کہ کار ما ز گل و گلستان گزشت
 از دل اگرچہ تیر نظریے نشان گزشت
 کار از فغان و اسخدر و الامان گزشت
 انداخت بار کشتی عمرہ و ان گزشت
 آمد نہ باز ہر کہ از این خاکدان گزشت

تخاطب پسر ہاراجہ مرحوم بانی مشاعرہ

اے خواجہ شاد باش کن نام بلند تو
 گویند عیب خواجہ کمال ہوت است
 عیش کن بخیر کہ در اعتقاد او
 در ملک برتری کران تا کراں گزشت
 ہم عیب میں از ہنر و ہنر ان گزشت
 عمر یکہ صرف خیر نشد رایگان گزشت

محوی ز جور گردش بہت آسماں منال
 باید بساں رستم ازین نعت خواں گزشت

(۲۵)

تا زیر پا زمین ست فراغ از زماں کجاست
 یک عمر سجدہ کرد بدیر و حیرم جہیں
 آنجا کہ نیست بر سر ما آسماں کجاست
 اگر نشد ہنوز ترا آسماں کجاست